مقالہ نگاری...... بنیادی مباحث

ڈاکٹر صائمہ ارم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Reserach work and specially thesis writing has partcular rules and regulations. This article reflects upon some fundamental and necessary steps of thesis writing in systematical way and it covers every step of thesis writing in detail.

تحقیقی نتائج کی پیش کش کے لیے محقق عموماً مقالہ تحریر کرتا ہے۔ اگر موضوع محدود ہو تو مقالہ کے بجائے ایک مختصر یا طویل مضمون بھی لکھا جا سکتا ہے لیکن سندی تحقیق میں محقق کو ایک خاص مدت میں مقالہ ہی لکھنا ہوتا ہے۔

مطالعہ:

مقالہ نگاری کے لیے مطالعہ بہت اہم ہے بلکہ جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ مطالعہ ہر لکھنے والے کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔[۱] اس میں شک نہیں کہ مطالعہ غیر معمولی بلکہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ موضوع کا انتخاب ہو یا مواد کی فراہمی، یہاں تک کہ تسوید و تبیض اور مقالے کی پیش کش کے مراحل میں بھی مطالعے سے خاطر خواہ مدد ملتی ہے۔

قاضی عبدالقادر مطالعے کو تین اقسام میں بانٹتے ہیں۔

۱۔ نصابی مطالعہ

۲۔ خصوصی مطالعہ

۳۔ تہذیبی مطالعہ [۲]

قاضی عبدالقادر کے مطابق نصابی مطالعہ، مبتدی کے لیے کسی مضمون کا بنیادی مواد یا ابجد فراہم کرتا ہے۔ اس قسم میں درسی کتابوں اور جرائد میں شائع ہونے والے بنیادی نوعیت کے مضامین بھی شامل ہیں۔

خصوصی مطالعہ، نصابی مطالعہ کی نسبت وسیع تر ہے۔ اس میں ایک مضمون یا علمی میدان کی صف اول کی تحریروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے نیز ان چیدہ چیدہ تحریروں پر بھی توجہ دی جاتی ہے جو اس مضمون پر نمایندہ سمجھی جاتی ہیں۔ مضمون کی مختلف شاخوں پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے چند منتخب مسائل اور تصورات پر گہری نظر ڈالی جاتی ہے اور وسیع مطالعے کو ایک خاص جہت اور سمت دے دی جاتی ہے۔ اسے ماہرانہ مطالعہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

مقالہ نگاری کے لیے مطالعے کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے:

(۱) پس منظری مطالعہ/ ماسبق مطالعہ

(۲) عمومی مطالعہ

(۳) خصوصی/ موضوع سے متعلق مطالعہ

مطالعے کے دوران اسلم ادیب نے نوٹس کی تین اقسام گنوائی ہیں:

۱۔ سوانحی نوٹ

۲۔ فکری نوٹ

۳۔ طریق کار نوٹ

سوانحی یا فکری نوٹس، دستاویز یا کتاب سے حاصل ہوتے ہیں جبکہ طریق کار نوٹس، محقق خود تنقید و تبصرے سے بناتا ہے۔ طریق کار نوٹس بنانے کے لیے الگ نوٹ کارڈ بنانے کی ضرورت نہیں بلکہ ان نوٹس سے متعلق مواد سوانحی و فکری نوٹس کے ساتھ ہی لکھا جاسکتا ہے۔ طریق کار نوٹس کا تعلق خاکہ سازی یا تسوید سے ہوتا ہے۔

گیان چند جین کی رائے میں نوٹس لکھنے کے لیے سب سے پہلے کتاب، رسالے یا مآخذ کا پورا حوالہ نوٹ کارڈ پر تحریر کیا جائے۔ اس میں مصنف کا نام، کتاب کا عنوان، مطبع، مقام، سنہ شامل ہیں۔ مضمون ہونے کی صورت میں مضمون کا عنوان، رسالے کا نام، جلد نمبر، شمارہ نمبر بھی لکھا جائے گا۔ اس کے بعد صفحہ نمبر لکھ کر نوٹس تحریر کریں۔ صفحہ بدلنے کی صورت میں '/' لگا کر نیا صفحہ نمبر تحریر کریں اور نوٹس تحریر کرنے کا کام جاری رکھیں۔[۳] عبدلرزاق قریشی کے مطابق نوٹ کے آخر میں حوالہ اور صفحات لکھے جائیں۔[۴] لیکن یہ طریقہ الجھاؤ کا باعث ہوسکتا ہے۔ خاص طور پر مواد اگر ایک سے زیادہ صفحوں سے اخذ کیا گیا ہے تو یہ جاننا مشکل ہوگا کہ کون سی بات، کس صفحے سے لی گئی ہے اور اگر ایسے مواد کے کسی ایک حصے کا حوالہ دینا ہو تو صفحات کے اندراج میں غلطی ہوسکتی ہے۔ عبدالرزاق قریشی کے مطابق کارڈ کی پشت پر مصنف اور کتاب کا نام/صفحہ نمبر لکھا جاسکتا ہے۔[۵] لیکن اس میں بھی یہ دشواری ہے کہ حوالہ دیکھنے کے لیے بار بار کارڈوں کو الٹنا پڑے گا بہر حال اس سے سامنے کے رُخ پر معلومات کے اندراج کے لیے جگہ بچ جائے گی۔ نوٹس لیتے ہوئے صرف اہم پہلو عنوانات کی شکل میں لکھیں یا اگر عبارت لکھنی ہو تو جزئیات میں مت جائیں بلکہ اہم خیالات اور امکانی موضوعات ہی پر توجہ مرکوز رکھیں۔ لیکن اختلافی مسائل کی صورت میں جزئیات بھی لکھنا مفید ہوں گے تاکہ مسئلے کی پورے طور پر وضاحت ہوسکے۔

ہر کارڈ پر صرف ایک پہلو یا عنوان سے متعلق نوٹ لکھا جائے۔ اگر نوٹ لمبا ہے تو ایک سے زیادہ کارڈ استعمال کیے جاسکتے ہیں لیکن ایسی صورت میں بھی ہر کارڈ پر مآخذ کا حوالہ درج کرنا ہوگا۔ اسلم ادیب کے مطابق ایک کارڈ پر دو مصنفین کی آرا بھی لکھی جاسکتی ہیں لیکن ایسی صورت میں دونوں کا مکمل حوالہ کارڈ پر لکھا جائے گا۔[۶] بہتر یہ ہے کہ ایک کارڈ پر صرف ایک ہی مصنف کی رائے لکھی جائے۔ اگر کسی مآخذ میں قابلِ حصول مواد زیادہ ہے تو اس کی کاپی کروا کر کونے میں مآخذ کا پورا حوالہ لکھا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں بیاض کی طرح حاشیے میں عنوانات دیے

جائیں یا دوبارہ کارڈوں پر متعلقہ مواد سے اہم نکات نوٹ کر لیے جائیں۔

مختلف عنوانات کے لیے مختلف رنگوں کے کارڈ یا مختلف روشنائی کے مارکر بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ ہر وقت اس کا اہتمام مشکل ہوتا ہے لیکن کارڈوں کی ترتیب میں اس اہتمام کی وجہ سے بہت آسانی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح ایلٹک (Altack) کے مطابق ماخذ کے حوالوں کے لیے چھوٹے یعنی ۵ً x ۳ً کے اور مواد کے نوٹ کے لیے ۸ً x ۵ً کے کارڈ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ تاکہ کارڈوں کی شناخت میں آسانی رہے۔[۷] ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب حوالوں اور مواد کے نوٹ کے لیے الگ الگ کارڈ استعمال کیے جائیں جبکہ یہ طریقہ بہتر نہیں ہے۔ نوٹ لینے کے لیے ایک ہی طرح کا نوٹ کارڈ استعمال کیا جانا چاہیے اور نوٹ لینے سے قبل ماخذ کا پورا حوالہ اس پر درج کیا جانا چاہیے۔ ورنہ تو یہ علم ہی نہیں ہوگا کہ جو معلومات کارڈ پر درج ہیں وہ کہاں سے لی گئی ہیں البتہ چھوٹے کارڈ کا استعمال ابتدائی فہرستِ کتابیات کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

محمد عارف کے مطابق حقائق کی جزئیات میں جانے کی بجائے اہم خیالات پر توجہ مرکوز کریں۔[۸] اسلم ادیب کی رائے میں صرف اہم پہلو عنوانات کی شکل لکھے جائیں۔[۹] عندلیب شادانی کے خیال میں صرف انھی مقامات کا لب لباب لکھنا چاہیے جو موضوع سے گہرا تعلق رکھیں۔[۱۰] عبدالرزاق قریشی کا کہنا ہے کہ مصنف کی اصل عبارت بھی نوٹ کارڈ پر لکھی جا سکتی ہے۔[۱۱] لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی رائے میں اقتباس کا زیادہ استعمال مناسب نہیں ایسا صرف ناگزیر صورت ہی میں ہونا چاہیے۔[۱۲] بہتر بھی یہ ہے کہ نوٹوں پر مصنف کے اصل الفاظ لکھنے کی بجائے مصنف کی عبارت کا اختصار یا عبارت کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھا جائے۔ اقتباس لکھنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں مصنف کے اصل الفاظ کے شروع اور آخر میں واضح طور پر واوین لگائے جائیں اور واوین کے اندر مصنف کے الفاظ کی درستی کا اہتمام کیا جائے۔ محمد عارف کے مطابق واوین کی علامت چھوٹی ہونے کی وجہ سے نظر انداز ہوسکتی ہے تو زور دار اسٹروک یا قوسین بنا دیں۔[۱۳] زور دار اسٹروک کا استعمال صفحے کی تبدیلی کی نشاندہی کے لیے کیا جاتا ہے اور قوسین اپنی رائے کو مصنف کے خیالات سے الگ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں لہٰذا واضح طور پر واوین کا استعمال ہی بہتر ہے۔ اقتباس کے اختتام کے ساتھ ہی صفحہ نمبر بھی لکھ دینا چاہیے۔

اگر مصنف نے کسی اور کا اقتباس اپنی تحریر میں دیا ہے اور محقق اس اقتباس کا نوٹ لینا چاہے تو اسے ثانوی اور بنیادی دونوں مصنفین کا حوالہ دینا چاہیے اور متعلقہ عبارت کے اندراج سے پہلے یہ واضح کر دینا چاہیے کہ یہ عبارت کس حوالے سے لی گئی ہے۔ عبدالرزاق قریشی کے مطابق محقق نوٹ کارڈ پر اپنی رائے، تنقید یا تبصرہ بھی لکھ سکتا ہے[۱۴] لیکن ایسی آرا کو مصنف کی عبارت میں خلط ملط ہونے سے بچانے کے لیے قوسین کا استعمال بہت ضروری ہے۔

کارڈ پر ایک ہی رخ میں معلومات درج کریں۔ کارڈ کے دونوں طرف نہیں لکھنا چاہیے اس سے ترتیب و تسوید میں دشواری پیش آتی ہے۔ محمد عارف کے خیال میں کارڈ کے استعمال میں چونکہ معلومات کے اندراج کے لیے محدود جگہ ہوتی ہے اس لیے زائد از ضرورت معلومات لکھنے سے بچا جا سکتا ہے۔[۱۵] لیکن یہ حتمی کلیہ نہیں کیونکہ جیسا پہلے لکھا گیا، ضرورت کے مطابق ایک سے زیادہ کارڈ بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ تھوڑی جگہ میں زیادہ معلومات اور

نوٹ کھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے خیالات الجھ جاتے ہیں۔ محمد عارف نوٹ کارڈوں پر معلومات کے اندراج کے لیے اہم خیالات کو خط کشیدہ کرنے، کلیدی الفاظ کو بڑے حروف میں لکھنے، ذیلی اور تسلسل کے امور کی نشاندہی کے لیے حروف اور اعداد کا استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔[۱۶] لیکن چونکہ ہر کارڈ پر ایک ہی خیال یا انتہائی مربوط حقائق کے ایک گروپ کے موضوعات کے بارے میں نوٹ لکھے جاتے ہیں اس لیے معمول سے بڑھ کر اعداد کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔

کارڈ پر نوٹ لینے سے پہلے ہی مقالے کی تنظیم اور ذیلی عنوانات کا دھیان رکھنا چاہیے لیکن بعض اوقات مصادر پڑھتے ہوئے بھی ذیلی عنوانات سوجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں کارڈوں پر نئے ذیلی عنوان کا استعمال شروع کریں اور مطالعے ختم ہونے پر متعلقہ پرانا کارڈ تلاش کر کے مناسب جگہ پر ذیلی عنوان کا اضافہ کر لیں۔

تمام کارڈوں کو ان کے موضوعات اور ذیلی موضوعات کے مطابق الگ الگ فائل کر لیں۔ ان کارڈوں کو ڈبے میں بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن ڈبے کو اٹھائے پھرنا مشکل ہوتا ہے۔ فائل میں کارڈ رکھنے سے انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا آسان ہے۔ اسی طرح کچھ فالتو کارڈ بھی ہمراہ ہونے چاہییں تا کہ کسی نئے ماخذ، معلومات یا خیال کے فوری اندراج میں سہولت ہو۔ محقق کو چاہیے کہ فائل میں اپنا مکمل نام و پتہ بھی لکھ کر لگا دیں۔

محمد عارف کے مطابق چونکہ کارڈ گم ہو سکتے ہیں اس لیے کاپی کا استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں ہر ورق کے صرف ایک طرف لکھیں اور مختلف نکات کے درمیان کافی جگہ چھوڑ دیں تا کہ مقالے کی تنظیم کے دوران میں ہر ایک نوٹ کو الگ کیا جا سکے۔[۱۷] لیکن کاپی بھی گم ہو سکتی ہے۔ پھر کاپی یا بیاض کے اوراق کو بھی آخر کار علیحدہ کرنا ہی ہے جبکہ وہ پتلے اور خراب ہو جانے والے ہوتے ہیں گیان چند کے مطابق بھی کاغذ کے متفرق پرزوں یا بیاض پر نوٹ لینا ہی بہتر ہے[۱۸] لیکن سب سے بہتر کارڈ کا استعمال ہے۔ کارڈوں پر معلومات کے اندراج، کارڈوں کے رنگ، روشنائی، موٹائی اور چوڑائی وغیرہ کا انحصار محقق پر ہے۔ محقق اپنی سہولت کے مطابق طے شدہ طریق کار میں تبدیلی کر سکتا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک دفعہ جس طریقے کو اپنایا جائے بعد میں اسی کی پیروی کی جائے۔ راتھ کا کہنا ہے کہ محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ کارڈ کی تین خوبیوں کا خیال رکھے۔

۱۔ Legibility:

صاف لکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ عرصے بعد کچھ پڑھا ہی نہ جا سکے۔

۲۔ Accuracy:

جو کچھ نقل کیا جائے بالکل صحیح ہو کیونکہ لائبریری چھوڑنے کے بعد اپنے نوٹوں پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ Completion:

کارڈ مکمل ہوں اور کوئی معلومات چھوٹنے نہ پائیں۔[۱۹]

نوٹ کارڈوں کو احتیاط سے رکھنا چاہیے۔ ایک دفعہ کے استعمال کے بعد بھی انھیں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کارڈ پھر کسی موقع پر کسی اور موضوع میں کام آ سکیں۔ ان کارڈوں کا بار بار مطالعہ محقق کے ذہن میں

مقالے کی منطقی ترتیب اور اس کے علم کو بڑھاتا ہے۔ تحقیقی عمل میں نوٹ لینے کا مرحلہ بہت اہم ہے۔ ان کارڈوں کی ترتیب سے جائزہ نگاری کا عمل تکمیل پاتا ہے اور محقق تسوید کے مرحلے تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ نوٹ جس ترتیب سے لیے جائیں ضروری نہیں کہ تسوید کے وقت بھی وہی ترتیب قائم رہے۔ کارڈوں کو میز پر رکھ لیا جائے اور ان کو از سرِ نو مرتب کیا جائے۔ تاکہ خیالات کے لکھنے کے لیے بہتر سے بہتر تنظیم سامنے آسکے۔ اب محقق کے پاس مقالہ نگاری کی عمارت کا نقشہ اور ساز و سامان موجود ہیں۔ اگلہ مرحلہ اس عمارت کی تعمیر کا ہے یعنی تسوید کا مرحلہ، جہاں مقالہ، اپنی واضح شکل اختیار کرتا ہے۔

تسوید:

مقالہ بہت پھیلے ہوئے مواد کو منطقی طور پر مربوط کرتا ہے۔ تمام مصادر کے مطالعے، جائزے اور نوٹس لینے کے بعد لکھنے کا مرحلہ آتا ہے۔ جمیل جالبی کے مطابق لکھنے سے پہلے چار کام کیے جانے ضروری ہیں:

۱۔ موضوع سے پوری واقفیت
۲۔ غور و فکر کے بعد نقطۂ نظر کا تعین
۳۔ وضاحت کے لیے حوالوں کا اجتماع و ترتیب
۴۔ محقق کے وجود میں اظہار کی بے چینی

لکھنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ:

۱۔ وہ کیا لکھنا چاہتا ہے اور کیوں لکھنا چاہتا ہے؟
۲۔ اس لکھنے کے لیے اسے کیا تیاری کرنی چاہیے؟ [۲۰]

یعنی محقق کے ذہن میں تحقیق کا مقصد واضح ہو اور اس کے پاس ممکنہ حد تک ماسبق معلومات ہوں۔ اس کا مطالعہ، فکر، نقطۂ نظر اور باطنی بے چینی، اسے اپنی رائے کے اظہار پر مجبور کرے گی۔ اس اظہار کے لیے ہی مقالہ لکھا جاتا ہے۔ محمد عارف نے مقالہ لکھنے کے تین مرحلے متعین کیے ہیں:

۱۔ تسوید یعنی ابتدائی مسودہ
۲۔ تسوید ثانی یعنی دہرایا ہوا مسودہ
۳۔ تبیض [۲۱] یعنی آخری مسودہ

محمد عارف کے متعین کردہ یہ مرحلے بنیادی ہیں البتہ عبدالرزاق قریشی ان مراحل سے پہلے ایک اور مرحلے کا اضافہ کرتے ہیں یعنی:

۱۔ ترتیب [۲۲]

نوٹ کارڈوں کو ترتیب دینے کے لیے سب سے پہلے تمام کارڈوں کو الٹ پلٹ کر ان کے عنوانات کے تحت مرتب کریں۔

۲۔ غیر اہم یا غیر ضروری نوٹ الگ کر دیں۔ زیادہ اہم نوٹ کارڈ اوپر رکھیں اور اسی موضوع سے متعلق ایسے

کارڈ جن میں معلومات کی تکرار ہو، نیچے رکھیں۔ بعض اوقات ابتدائی ترتیب میں کوئی کارڈ غیر اہم محسوس ہوتا ہے مگر معلومات کے تقابل کے لیے اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے لہٰذا ان کارڈوں کو رسائی سے دور نہ رکھیں ورنہ ان پر درج معلومات فراموش ہو سکتی ہیں۔

۳۔ بعض اوقات ایک کارڈ پر ایک سے زیادہ عنوانات یا ذیلی عنوانات کے نوٹس لکھ دیے جاتے ہیں۔ اول تو ایسا کرنا ہی نہیں چاہیے اور اگر ایسا ہو تو دوسرے عنوان کے لیے دوسرا کارڈ بنا لیں۔ یا اسی کارڈ کو ایک عنوان کے تحت استعمال کرنے کے بعد دوسرے عنوان کے لیے بھی استعمال کریں۔ لیکن دوسرا کارڈ بنا لینا زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ ان کارڈوں کا بار بار مطالعہ کریں اور ان کی ترتیب بدل کر بہترین منطقی ترتیب سامنے لے آئیں تاکہ تسوید میں آسانی ہو سکے لیکن کارڈوں کی ترتیب میں باقاعدگی اور احتیاط سے کام لیں۔

تسوید کے مرحلے میں ابتدائی مسودے پر نظر ثانی کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ جب مقالے کا ایک حصہ لکھ لیا جائے تو اسے چھوڑ کر اگلا حصہ مکمل کیا جائے۔ اس عمل میں اتنا وقت لگ جائے گا کہ پہلے حصے پر از سر نو غور کیا جا سکے۔ اب اس ابتدائی مسودے پر یوں نظر ثانی کریں گویا کوئی ناقد کسی غیر کی نگارش پڑھ رہا ہو۔ یہاں محقق کو مایوسی ہو گی۔ کئی الفاظ غلط ہوں گے، گرامر، روز مرہ اور محاورے کی اغلاط سامنے آئیں گی۔ جملوں کی تراکیب تسلی بخش نہ ہوں گی۔ بھرتی کے اقتباسات عبارت کی روانی کو کمزور کریں گے لیکن ان ناکامیوں سے دلبرداشتہ ہونے کی بجائے مصنف بن کر مسودے کو دوبارہ لکھا جائے۔ محمد عارف کے مطابق ضروری ہو تو تنظیم نو کی جائے۔۲۳ تنظیم نو کا کام تسوید سے پہلے کا ہے۔ تسوید کے بعد نظرِ ثانی کے مرحلے میں مقالے کے ڈھانچے میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں کرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تنظیم نو سے خاکے میں بھی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض نئے مصادر کی طرف رجوع کرنا پڑے گا یا ہو سکتا ہے کہ پرانے ڈھانچے کے مطابق لیے ہوئے نوٹس بھی بیکار ہو جائیں۔ البتہ اس مرحلے پر ہجے، رموزِ اوقاف اور دیگر میکانکی تقاضے پورے کیے جائیں۔ اس کے بعد بھی ضروری ہو تو مضمون کو بنظر غائر دیکھ کر ایک دفعہ پھر صاف کیا جائے۔ مسودے پر جتنی دفعہ نظر ثانی ہو سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ نظر ثانی کے مراحل سے بھی بار بار گزرنا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس عمل میں روپیہ اور محنت کا خرچ تو ہے ہی وقت کا بھی خاصا خرچ ہوتا ہے لہٰذا عموماً ایک یا دو مرتبہ نظر ثانی کرنا کافی رہتا ہے۔ محقق کو کاٹ کر لکھنا اور لکھ کر کاٹنا چاہیے۔ اسے تبدیلی اور بہتری کے لیے تیار رہنا چاہیے اور اسے اپنے جملوں کو بالآخر وہ شکل دے لینی چاہیے جس کا وہ خواہاں ہو۔ لیکن خصوصاً سندی تحقیق میں چونکہ وقت کم ہوتا ہے مزید اس عمل میں روپیہ اور محنت کا خرچ ہوتا ہے اس لیے دو تین مرتبہ نظر ثانی کرنا کافی رہتا ہے۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ یہاں نگران بھی مسودے پر نظر ثانی کرتا ہے اور بہت سی خامیاں جو مبتدی یا نو آموز محقق کی نظر میں نہیں آ پاتیں ان پر اس کا ماہر نگران گرفت کر لیتا ہے۔ جب محقق اپنے مسودے میں انتہائی حد تک تبدیلی کر لے تو اسے اپنے نگران کی خدمت میں آخری دفعہ نظر ثانی کے لیے پیش کر دے۔ نگران کو دکھانے کے لیے جو مسودہ نقل کیا جائے۔ اس میں کم از کم ایک سطر چھوڑ کر اور صفحے کے ایک طرف لکھا جائے

تا کہ نگران اپنی تجاویز لکھنا چاہے تو اس کے پاس اس مقصد کے لیے جگہ رہے۔ یہ مسودہ صاف لکھنا چاہیے تا کہ عبارت پڑھنے میں آسانی رہے۔ نگران کی طرف سے جو ہدایات ملیں ان کی روشنی میں محقق اپنے مسودے کو مزید بہتر بنائے اور ایک دفعہ پھر اپنے نگران کو دکھائے۔ اگر اب بھی تبدیلی کی ضرورت ہو تو دوبارہ تبدیلی کرے یہاں تک کہ وہ اور اس کا نگران دونوں مطمئن ہو جائیں۔ اب محقق کو چاہیے کہ وہ مسودہ تیار کر لے جسے مبیضہ کا نام دیا جاتا ہے۔

تبیض:

مقالے کی تسوید پہلا مسودہ تیار کرنا ہے۔ نظر ثانی کی منزل اس کے بعد کی ہے۔ یہ عمل ایک سے زیادہ بار ہوسکتا ہے۔ یہ تسوید اور تبیض کے درمیان کا مرحلہ ہے۔ تبیض ہی مقالے کی تکمیل ہے اور تبیض کے بعد مقالہ جو روپ دھارتا ہے اسے مبیضہ کہا جاتا ہے۔ دہرانے کے عمل میں حذف و اضافہ ہوسکتا ہے۔ یا اگر ایسا نہ بھی ہو تو ترتیب پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔ حقائق اور حوالوں کی صحت پر توجہ دی جاسکتی ہے۔ زبان اور اسلوب کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

ترمیم و اضافہ کے لیے گیان چند جین کے مطابق اگر ایک نقل کے فوراً بعد یا درمیان ہی میں ترمیم یا اضافہ کرنا ہو تو قینچی سے ورق کاٹ کر چیپیاں چپکائی جائیں۔ ان کے مطابق اردو کے ہر محقق کو تبیض کے دوران میں قینچی اور گوند کی ضرورت رہتی ہے۔[۲۴] یہ طریقہ قابلِ عمل ہے۔ خصوصاً اگر بہت بڑی تبدیلی مطلوب نہ ہو یا محض ایک آدھ پیرا گراف بدلنا ہو تو پورا صفحہ نقل کرنے کی بجائے اس طریق پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ آخری تبیض کے بعد بھی پوری تحریر کو ایک دفعہ پڑھ لینا چاہیے تا کہ ذہن و قلم کی لغزشیں دریافت ہوسکیں۔ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد مقالہ مبیضہ کی شکل میں تیار ہو جائے گا۔ مبیضہ ہی وہ مسودہ ہے جو قاری کے سامنے ہوگا اور جس کی بنا پر محقق کی تحقیق کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے معیار و افادیت کا تعین کیا جائے گا۔

مبیضہ یا مقالہ کی پیش کش کے کچھ مخصوص اصول و ضوابط ہیں جن کی پابندی کرنے کے بعد محقق اپنے نتائج کی پیش کش سیمطمئن ہوسکتا ہے۔ یہ اصول داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی۔ ان کا تعلق مبیضہ یا مقالہ کی ہیئت، روشنائی، سٹائل، جلد بندی، ابواب بندی اور اسلوب وغیرہ سے ہے۔ آیندہ ابواب میں مبیضہ کی پیش کش کے بارے میں بات کی جائیگی۔

حواشی:

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق، لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۴۹۹۱ء، ص: ۴۶۱

۲۔ عبدالقادر، قاضی، تصنیف و تحقیق کے اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص: ۳۳

۳۔ ایضاً، ص: ۱۱۱

۴۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص:۱۷۷
۵۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، ص:۹۴
۶۔ اسلم ادیب، تحقیق کی بنیادیں، ص:۲۱۱
۷۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع دوم۲۰۰۲ء، ص:۱۷۴
۸۔ محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری، ص:۴
۹۔ اسلم ادیب، تحقیق کی بنیادیں، ص:۲۱۱
۱۰۔ عندلیب شادانی، تحقیق اور اس کا طریق کار، ص:۵۲
۱۱۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، ص: ۵
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری، ص:۴
۱۴۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق، ص: ۵
۱۵۔ محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری، ص:۲۹۱
۱۶۔ ایضاً، ص:۳۹۱
۱۷۔ ایضاً، ص:۲۹۱
۱۸۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص:۱۷۲
۱۹۔ ایضاً، ص:۱۷۸
۲۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ادبی تحقیق، ص:۱۶۱، ۲۶۱
۲۱۔ محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری، ص:۹۲
۲۲۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، ص: ۳۵
۲۳۔ محمد عارف، پروفیسر، تحقیقی مقالہ نگاری، ص:۳۹۲
۲۴۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، ص:۲۶۷